تاریخ اسلام کا زرّیں باب — مولانا عبدالواحد صاحب ہیردی

خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ ذوالنّورین

نام ونسب نامہ :

نام عثمانؓ، کنیت ابوعبداللہ اور باپ کا نام عفان ہے۔ نانی ام حکیم بیضاء ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی ہیں۔ خاندان بنو امیہ میں سے ہیں، پانچویں پشت میں آپ کا نسب نامہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔ خاندان بنو امیہ عہد جاہلیت میں نہایت معزّز اور مقتدر چلا آتا تھا۔ فوجی نشان کی علمبرداری اسی خاندان میں تھی، قریش کی شاخوں سوائے بنو ہاشم ان کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ بنوامیہ کی شہرت ومشہوری کا دور دراز تک چرچا تھا

پیدائش تا جوانی :

آپ ہجرت نبوی کے سینتالیس سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ پرورش سے لڑکپن تک کے حالات اگرچہ نہیں ملتے تاہم جونہی اُنھوں نے ہوش سنبھالا۔ ذریعہ معاش کے لیے تجارت کو اختیار کیا۔ دیانت داری وراست بازی قدرتی اور فطری طور پر ان کے حصہ میں آئی تھی۔ اس لیے ان خوبیوں کی وجہ سے ان کا کاروبار خوب چمکا اور عرصۂ قلیل میں ہی آپ دولتمند ترین شمار ہوئے۔ چنانچہ اپنی دولت وثروت کی وجہ سے "غنی" کا لقب پایا۔

قبول اسلام :

حضرت عثمانؓ کی عمر کا چونتیسواں سال تھا کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر

صدیقؓ کے ساتھ گہرے مراسم تھے اس لیے ان کی تبلیغی کوششوں کی بنا پر آپ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہو گئے۔ [۱]

تکالیف:

حضرت عثمانؓ کا خاندان یعنی بنو امیہ اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا، جونہی حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کیا ان کے اعزہ و اقارب نے ان سے منہ موڑ لیا۔ ان کے چچا "حکم" کو جب پتہ چلا تو وہ بہت برہم ہوا۔ اس نے حضرت عثمانؓ کو باندھ کر مارنا شروع کیا [۲] نیز آپ کا چچا آپ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا تھا [۳]

حضرت عثمانؓ نے ان تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور اسلام پر قائم دائم رہے۔ گویا کہ آپ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ کے مصداق تھے۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دیانت داری وراست بازی، اخلاقی و روحانی طہارت اور اسلام دوستی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا۔ اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی۔

"اَحْسَنَ زَوْجَیْنِ رَاھُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَزَوْجُھَا عُثْمَانُ"

"سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہ و عثمان ہیں"

ہجرت حبشہ اور واپسی:

مکہ معظمہ میں جب مسلمانوں کا رہنا دوبھر ہو گیا تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبش ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی چنانچہ اس اجازت کے بعد مسلمانوں کا ایک مختصر سا قافلہ ۱۲ مرد ۴ عورتوں پر مشتمل رات کی تاریکی میں نکلا اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں

---

[۱] اصابہ جلد ۸ تذکرہ سعدی بنت کریز [۲] تاریخ اسلام حصہ اول ص ۲۳۲ شاہ معین الدین احمد ندوی [۳] رحمۃ للعالمین ج ۱ ص ۶۴

سوار ہو کر حبشہ کو روانہ ہو گیا۔　　　(زاد المعاد ا ص ۲۴)

چنانچہ اس مختصر قافلے کے سردار حضرت عثمانؓ بنائے گئے اور وہ بمعہ زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ حبشہ گئے۔ اس موقع پر مکہ سے ہجرت کرتے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

"انھما لاوّلُ مَنْ ھَاجَرَ بعد لُوطٍ وَ اِبْرَاھِیمَ"

حضرت لوط و ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنھوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی۔ [۱]

چنانچہ حضرت عثمانؓ بمعہ زوجہ محترمہ چند سال حبشہ میں رہے لیکن چند سال بعد قریش کے اسلام قبول کر لینے کی غلط خبر پا کر مکہ واپس آئے ان کے اور ساتھی تو دوبارہ حبشہ لوٹ گئے مگر یہ مکہ ہی میں مقیم رہے۔ پھر جب مدینہ جانے کی اجازت ہوئی تو آپ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے [۲]

ذوالنورین کا لقب :

مدینہ آنے کے بعد سیدہ رقیہؓ ۲ھ میں چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو گئیں (ان کی تیمارداری کی خاطر آپ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو غزوہ بدر میں شریک ہونے سے روک دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم کو شرکت کا اجر اور غنیمت دونوں کا حصہ ملے گا۔[۳]) اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت رقیہؓ کے انتقال کر جانے کے بعد ۳ھ میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا حضرت عثمانؓ سے عقد کر دیا۔ اس وجہ سے آپ کا لقب ذوالنورین پڑ گیا (یعنی دو نوروں والا) ام کلثوم کے نکاح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کو بلا کر فرمایا، یہ جبریلؑ ہیں جو کہ کہہ رہے ہیں کہ خدا نے بزرگ

---

[۱] مستدرک حاکم　[۲] ابن سعد ج ۳ ق اوّل ص ۳۸　[۳] بخاری مناقب عثمانؓ

کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں (رحمۃ اللعالمین ج ۲ ص ۱۰۲)

لیکن ۹ھ میں ام کلثوم کا بھی انتقال ہو گیا تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس سو بیٹیاں ہوتیں اور وہ مرجاتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمان رض کے ساتھ بیاہتا جاتا۔ [1]

مدینہ منورہ میں اسلامی خدمات:

بیر رومہ کی خریداری۔ حضرت عثمان غنی رض نہایت دولت مند اور صاحب ثروت تھے۔ دولت مند اور امیر ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجے کے سخی تھے چنانچہ انھوں نے دل کھول کر اسلام کی خاطر، مسلمانوں کی خاطر اپنا روپیہ خرچ کیا۔ ان کی دولت سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا، مدینہ میں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں رومہ تھا۔ جو کہ ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ حضرت عثمان رض نے مسلمانوں کی پانی کی سخت تکلیف کو دیکھ کر اس یہودی سے آٹھ ہزار میں خرید کر مسلمانوں کے لئے عام وقف کر دیا [2]

غزوات کی تیاری اور ان میں شرکت:

آپ نے غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں شرکت کی۔ اور حق جہاد ادا کیا۔ غزوہ ذات الرقاع میں مدینہ پہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا شرف حاصل ہوا۔ غزوہ خیبر میں آپ کیمپ افسر تھے۔ لشکر غطفان کو یہود سے علیحدہ رکھنے اور ان میں شامل نہ ہونے دینے کی ذمہ داری آپ پر عاید تھی۔

اکثر غزوات کی تیاری میں آپ نے دل کھول کر اعانت و امداد کی۔ غزوۂ تبوک کے زمانہ میں لوگ قحط سالی کا شکار تھے۔ چنانچہ اس غزوہ کی تیاری میں آپ نے

---

[1] کنزالعمال ج ۶ ص ۳۷۵ [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۰۸

ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد بطور سامان رسد پیش کئے حضرت عثمانؓ کی اس اعانت و خدمت کا آپؐ پر اس قدر اثر ہوا کہ آپ ان کی دی ہوئی رقم کو اچھالتے تھے اور فرماتے تھے کہ آج کے بعد عثمانؓ کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا[1]

صلح حدیبیہ کے وقت عثمانؓ کی سفارت اور جنت کی بشارت :

سنہ ۶ھ میں جب مسلمان مدینہ سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بغرض زیارت کعبہ مکہ آئے تو مکہ سے ۱۹ میل دور مقام حدیبیہ پر ٹھہرے تاکہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص — قریش مکہ کے سامنے مسلمانوں کی آمد کی غرض و غایت پیش کرسکے۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کی بجاآوری کے لئے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کا نام تجویز فرمایا۔ چنانچہ آپ نے سفارت قبول کی اور آپ بطور سفیر مکہ چلے گئے۔

بعد ازاں لشکر اسلام میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ یا تو شہید کر دئے گئے ہیں یا قید کر لئے گئے ہیں۔ اس پر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے سروسامان اصحاب سے جاں نثاری[2] و فداکاری کی بیعت، کہ اگر لڑنا بھی پڑے تو ثابت قدم[3] رہیں گے۔ ان بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو[4] تھی۔ چنانچہ ایک درخت کے نیچے بیعت کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی رضامندی اس طرح نازل فرمائی

لقد رضی اللّٰہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ

اللہ تعالیٰ ان ایمان داروں پر راضی ہوگیا۔ جنھوں نے آں حضرت کے ساتھ درخت کے نیچے بیعت کی۔

اس وقت چونکہ حضرت عثمانؓ موجود نہ تھے بلکہ حضرت عثمان مکہ میں بطور سفیر گئے تھے ان کی شہادت کی خبر یقینی اور قطعی نہ تھی اس لئے اندیشہ تھا کہ اگر وہ زندہ ہوں تو اس

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۳ و ترمذی مناقب عثمان [2] صحیح بخاری عن عبداللہ بن زید و سلمہ
[3] - صحیح بخاری عن ابن عمرؓ [4] صحیح بخاری عن براء و جابر

(بیعت رضوان) کی سعادت عظمیٰ سے محروم رہ جائیں گے۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت میں اپنے ہاتھ کو عثمان رضؓ کا ہاتھ قرار دیا اور ان کی جانب سے اپنے ہاتھ پہ بیعت کی۔

جامع ترمذی میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم دیا۔ اس وقت عثمانؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے مکہ گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر لی (جب سب بیعت کر چکے) تو آپؐ نے فرمایا عثمانؓ خدا و رسول کے کام پر گئے ہوئے ہیں۔ پھر (آپؐ نے) اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا (یعنی عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی) پس آپؐ کا ہاتھ عثمان رضؓ کے لئے بہتر تھا ان ہاتھوں سے جنھوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے بیعت کی۔

یہ حضرت عثمان رضؓ کا سب سے بڑا اعزاز ہے جو کسی دیگر صحابی کو نصیب نہ ہو سکا۔

علاوہ ازیں آپ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وحی کاتب تھے۔ تدوین قرآن کے سلسلے میں آپ کی خدمات ملت اسلامیہ کے ناقابل فراموش ہیں۔

خلیفہ کا انتخاب :

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنی وفات کے وقت خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے عثمان رضؓ، علی رضؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور سعدؓ بن ابی وقاص چھ اصحاب کے نام تجویز فرمائے۔ اور ان میں سے کسی ایک کے طریق انتخاب کے متعلق فرمایا کہ ان میں سے جس کے لئے کثرت رائے ہو اس کو خلیفہ نامزد کیا جائے۔ چنانچہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ بعد ازاں طلحہؓ، زبیرؓ اور سعدؓ حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ میں سے کسی ایک کے حق میں دست بردار ہو گئے۔

بالآخر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عثمانؓ کے خلیفہ نامزد کرنے کا اعلان کیا اور بیعت کی۔ اس پہ طلحہؓ، زبیرؓ اور سعد بنؓ ابی وقاص نے بیعت کی۔ بعد ازاں تمام انصار

و مہاجرین نے بیعت کی۔ اگرچہ ابتداء میں حضرت علیؓ نے اس امر پر قدرے برہمی کا اظہار کیا اور مسجد سے اُٹھ کر چلے گئے۔ مگر فوراً بعد بطیب خاطر حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔

نظامِ خلافت :

عثمانی خلافت کا نظام تقریباً حضرت عمرؓ کا نظام حکومت برقرار رہا۔ البتہ بعض انتظامی ضروریات اور حالات کے مطابق اس میں بعض تبدیلیاں کی گئیں۔ اور جن شعبوں اور محکموں میں ترقی و تعمیر کی ضرورت محسوس کی گئی ان کو ترقی بخشی۔

مثلاً فوج کے محکمہ میں خوب ترقی ہوئی۔ فوجی شعبوں میں اضافہ ہوا۔ دشمن رومی اپنے بحری بیڑے کی مدد سے مسلمانوں کی ترقی میں رکاوٹ بنتے ہوئے تھے۔ عثمانی عہد میں بحری بیڑے کی ایجاد کی گئی اور اس میں زبردست ترقی کی۔ چنانچہ ۳۱ھ میں جب قیصر سوم نے چھ سو جہازوں کے ساتھ سواحل شام پر حملہ کیا تو امیر البحر عبداللہ بن ابی سرحؓ نے سطح سمندر پر اس کے مقابلے کے رومی بیڑے کو شکست فاش دی[۱] چنانچہ بحری بیڑے کے قیام کے بعد بحیرہ روم مسلمانوں کی آماجگاہ بن گیا۔ آپ کے عہد خلافت میں جہاں فوجیوں میں اضافہ ہوا وہاں سپاہیوں کی تنخواہوں میں بھی سو سو روپے کا اضافہ ہوا[۲]

آپ کے عہدِ خلافت میں لوگ خوش حال و فارغ البال تھے۔ نئے نئے علاقہ جات و ممالک مفتوح ہونے سے آپ کی خلافت کو خوش حالی اور استحکام حاصل ہوا۔ بیت المال میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ ان مفتوحہ علاقہ جات کے خراج سے پرانے محاصل میں بے حد اضافہ ہوا مثلاً مصر کے خراج کی مقدار پوری دو گنی ہو گئی۔[۳]

علاوہ ازیں آپ کے عہد خلافت میں رفاہ عامہ میں بے حد ترقی ہوئی۔ تعمیرات میں اضافہ ہوا۔ دفاتر کے لئے وسیع عمارات بنائی گئیں رعایا کی آسائش کے لئے سڑکیں

---

[۱] ابن اثیر ج ۳ ص ۵۴ [۲] طبری [۳] یعقوبی ج ۲ ص ۱۸۹

پُل اور مسافر خانے بنائے گئے۔ چنانچہ کوفہ میں عقیل اور ابن ہبار کے مکانات خرید کر ایک وسیع مہمان خانہ بنایا گیا۔[1] مدینہ اور نجد کی راہ میں ایک سرائے تعمیر کرائی اور اس کے متعلق ایک بازار بسایا اور شیریں پانی کا ایک کنواں کھدوایا۔[2]

عثمانی عہد میں علم و ادب کی خوب ترقی ہوئی۔ علماء و فضلا اور صواب الرائے کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ خطباء و ائمہ کو مشاہرے دئے جاتے تھے۔ مساجد میں موذنوں کی (بھی) تنخواہیں مقرر تھیں آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع میں جو خدمت انجام دی وہ آپ کا روشن ترین کارنامہ ہے۔

سب سے بڑھ کر حضرت عثمان رض کا کلام اللہ کو یکجا ایک قرأت پر جمع کر کے اکناف و اطراف میں اس کی نقول بھیجنا امت اسلامیہ پر ناقابل فراموش احسان ہے۔

حضرت عثمان رض چونکہ نہایت حلیم الطبع، نرم خو اور خطا پوش انسان تھے۔ آپ میں عفو و درگذر کا پہلو غالب تھا اس لئے آپ میں مواخذہ و احتساب کی وہ سختی نہ تھی جو حضرت عمر فاروق رض کا طرۂ امتیاز تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے بعض شر پسند مفسدین کو آپ کے خلاف پروپیگنڈہ بلکہ فتنہ و فساد کرنے کے مواقع بخوبی میسّر آگئے جو کہ آپ کی شہادت پر منتج ہوئے۔

فتوحات:

حضرت عثمان رض کے عہد خلافت میں اسلامی سلطنت کو بہت حد تک عروج حاصل ہوا۔ اسلامی لشکر نے آرمینیہ، آذربائیجان کے غیر مفتوحہ علاقوں ایشیائے کوچک، ترکستان، کابل اور سندھ میں بہت فتوحات حاصل ہوئیں۔ بحرِ روم کے جزیرہ قبرص پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ اسپین پر حملہ ہوا اور اسلامی حکومت کی حدود سندھ اور کابل سے لے کر یورپ کی سرحد تک وسیع ہوگئیں۔

---

[1] طبری ص ۲۸۴۲ [2] وفاء الوفاء ج ۲ ص ۲۵۴

مظلوم شہادت :

حضرت عثمان غنیؓ کی مظلومانہ بر حق شہادت کی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمادی تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عثمانؓ سے کہا شاید کہ خدا تعالیٰ تجھ کو ایک قمیص (یعنی خلعتِ خلافت) عطا فرمائے پھر اگر لوگ تجھ سے مطالبہ کریں کہ تو اس قمیص کو اُتار ڈالے تو ان کی خواہش سے اس قمیص کو نہ اُتارنا (یعنی خلافت کو ترک نہ کرنا)۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس فتنہ میں یہ شخص ظلم سے قتل کیا جائے گا۔ یہ کہہ کر آپؐ نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ [۱]

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی جمعہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو پوری ہوئی جبکہ دشمنوں، شریروں اور مفسدوں نے آپ کو شہید کرنے کے لیے آپ (عثمانؓ) کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ جبکہ حضرت عثمانؓ تلاوت قرآن پاک میں مصروف و مشغول تھے آپ کے دشمنوں نے صدر دروازے کو آگ لگادی اور اندر سے داخل ہو کر ایک شخص نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہؓ بچاؤ کے لئے دوڑیں ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں ایک اور نے پیشانی مبارک پر لوہے کی لٹھ ماری۔ خون کا فوارہ قرآن مجید کے اوراق پر جاری ہو گیا، ایک تیسرے مصری بدبخت نے لپک کر آپ کو شہید کردیا۔ دو دن تک آپ کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی، تیسرے دن چند آدمیوں نے ہمت کر کے خفیہ طور پر تجہیز و تکفین کی اور جنت البقیع میں دفن کر کے باغیوں کے خوف سے قبر کا نام و نشان مٹا دیا۔ [۲]

چنانچہ ثمامہ بن حزن قشیریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں عثمانؓ کے گھر میں اس وقت حاضر

---

[۱] ترمذی [۲] "تاریخ اسلام" ڈاکٹر حمید الدین

ہوا جبکہ باغیوں نے اس وقت محاصرہ کر رکھا تھا۔ حضرت عثمان رضؓ گھر کے اندر سے کوٹھے پر آتے اور نیچے جھانک کر ان لوگوں سے جو ان کو قتل کرنا چاہتے تھے، مخاطب کر کے کہا کہ میں خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کو یہ بات تو معلوم ہو گی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے اس وقت مدینہ میں رومہ کے کنویں کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کون شخص ہے جو رومہ کے کنویں کو خریدے اور اپنے ڈول کو مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ کنوئیں میں ڈالے (یعنی پھر اس کو وقف کر دے) اس ثواب کے بدلے میں جو خریدنے والے کو جنت میں ملے گا۔ میں نے اس کنویں کو اپنے ذاتی اور خالص مال سے خریدا اور آج تم اس کنویں کا پانی پینے سے مجھے روکتے ہو یہاں تک میں کھاری پانی پی رہا ہوں، لوگوں نے کہا ہاں۔ ہم جانتے ہیں۔ اے اللہ! ہم اس سے واقف ہیں۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ میں تم سے خدا اور رسول کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ جب مدینہ کی مسجد نمازیوں کی زیادتی اور کثرت کے سبب تنگ ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص ہے جو فلاں شخص کی اولاد کی زمین کو خریدے اور مسجد میں اس زمین کو شامل کر کے مسجد میں وسعت کر دے اس ثواب کے بدلے میں جو اس کو جنت میں ملے گا۔ میں نے اس کو اس زمین کو اپنے خالص ذاتی مال سے خریدا۔ اور مسجد میں شامل کر دیا۔ آج تم مجھ کو اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے روکتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ ہم اس سے واقف ہیں۔ پھر عثمانؓ نے فرمایا کہ میں تم سے بحق خدا و اسلام دریافت کرتا ہوں کہ کیا تم اس سے واقف ہو کہ میں نے جیش عسرت کے سامان کو اپنے مال سے درست کیا، لوگوں نے کہا۔ اے اللہ ہم اس سے واقف ہیں، پھر عثمانؓ نے کہا میں تم کو خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا تم اس سے آگاہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مکہ کی پہاڑی ثبیر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہمراہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور میں بھی تھا، پہاڑ نے (آپ کے وجود کے باوجود کو اپنے اوپر دیکھ کر خوشی سے) حرکت کرنا شروع کی (یعنی

جوش مسرت سے ہلنے لگا) یہاں تک کہ اس کے پتھر زمین پر گرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ پر ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا حرکت نہ کر کہ تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ لوگوں نے کہا اے اللہ یہ صحیح ہے۔ عثمانؓ نے کہا اللہ اکبر۔ لوگوں نے سچی گواہی دی اور قسم ہے پروردگار کعبہ کی کہ میں شہید ہوں۔ آپؓ نے تین بار یہ الفاظ فرمائے۔ [۱]

ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۵۱، ۵۲ میں مذکور ہے کہ سودان بن حمران نے لپک کر جب آپ کو شہید کیا تو شہادت کے وقت آپ یہ آیت "فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ" پڑھ رہے تھے۔

مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۶۷ میں یہ بھی ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ پیش گوئی کے مطابق حضرت عثمانؓ کو اپنی شہادت کا یقین تھا۔ چنانچہ آپ نے باغیوں کی سرگرمیوں کو دیکھ کر شہادت کی تیاری کر لی۔ جمعہ کے روز روزہ رکھا، ایک پاجامہ جسے آپ نے پہلے کبھی نہ پہنا تھا زیب تن کیا۔ بیس غلام آزاد کئے۔ کلام اللہ کھول کر اس کی تلاوت شروع کی۔ باغیوں نے اندر سے حملہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ طبری ص ۳۰۱۸ میں ہے کہ ابتداء محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمانؓ کی داڑھی مبارک پکڑ لی مگر جب آپ نے محمد بن ابی بکر کو فرمایا کہ اگر تیرے والد آج ہوتے تو اس داڑھی کی قدر کرتے تو محمد بن ابی بکر شرمسار اور محجوب ہو کر لوٹ آتے۔

شہادت سے ایک دن پہلے قصر خلافت کے اوپر سے آپ نے یہ تقریر بھی فرمائی

"لوگو! تم میرے قتل کے کیوں درپے ہو، میں تمہارا والی اور مسلمان بھائی ہوں۔ خدا کی قسم! جہاں تک میرے بس میں تھا میں نے ہمیشہ اصلاح کی کوشش کی، لیکن بہرحال میں انسان ہوں اس لئے اصابت رائے کے ساتھ لغزشیں بھی ہوئیں۔ یاد رکھو! بخدا اگر آج تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر قیامت تک نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے۔ اور نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے [۲]

---

[۱] ترمذی، النسائی، دارقطنی [۲] ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۴۷، ۴۸

بالآخر آپ کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ وہ بد طینت اور بدقماش باغی جو آپ کے قتل کے درپے تھے آخر وہ آپ کو جمعہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو شہید کرکے ہی رہے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

نتیجتاً آپؓ کی مذکورہ پیش گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی اور ہو رہی ہے۔ آپ کی شہادت کے بعد مسلمان کئی گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئے اور مسلمانوں کی تلواریں اپنے ہی بھائیوں کے خلاف بے نیام ہونے لگیں۔ چنانچہ باہمی تفریق اور اندرونی جھگڑوں کا ایسا لامتناہی سلسلہ چل گیا ہے جو آج تک متواتر چلا آرہا ہے اور نہ جانے اس کا اختتام کب ہوگا۔

فضائل و شمائل:

ویسے تو آپ کے محامد و محاسن اور فضائل و شمائل بے شمار ہیں جن کا احاطہ کرنا اس مضمون میں بہت مشکل ہے۔ اس لئے یہاں اجمالی طور پر چند ایک کا اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) آپ کا شمار کبار صحابہ کرام میں ہے۔ آپ ان عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں جن کو جنّت کی خوش خبری دی گئی (ترمذی)

(۲) اسلام کی خاطر آپ کو بے شمار تکالیف سے دوچار ہونا پڑا جن میں ثابت قدم رہنے سے آپ کا ایمان پروان چڑھا۔

(۳) آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں آپ کے عقد میں دیں جس کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالنورین پڑا۔

(۴) بیعت رضوان میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا۔ یہ آپ کا اعزازی تمغہ ہے۔

(۵) خلافت و شہادت کی صداقت کی پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی۔ (جیساکہ سابقاً گزر چکا ہے)

(۶) عہد نبوی میں آپ وحی کاتب تھے۔ کلام اللہ کے ساتھ آپ کو خاص شغف تھا۔ اسکی تعلیم اُنھوں نے خاص زبان نبوّت سے حاصل کی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ) ابوبکرؓ و عمرؓ

کے زمانوں میں ان کے معتمد خاص اور مشیر اعلیٰ رہے۔

(۷) آپ کو رسول خدا اور اہل بیت سے والہانہ محبت اور شیفتگی تھی چنانچہ ایک دفعہ آپ کو معلوم ہوا کہ اہل بیت فقر و فاقہ میں ہیں۔ یہ سن کر آپ نہایت بے چین ہو کر رونے لگے، اسی وقت کئی بورے گیہوں آٹا، کھجور، بکری کا گوشت اور تین سو نقد لے جا کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ جب اس قسم کی ضرورت پیش آئے تو عثمانؓ کو یاد فرما لیا کرو۔ [1]

(۸) فیاضی و سخاوت آپ پر خاص احسان خداوندی تھا چنانچہ دو لاکھ اشرفی مالیت کی مستقل جائیداد راہ خدا میں وقف کی تھی۔ [2] (اس کا کچھ ذکر گذشتہ گزر چکا ہے)

(۹) آپ اگرچہ نہایت امیر اور دولت مند تھے لیکن اچھے لباس کے ساتھ آپ معمولی کپڑے بھی پہنتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ چار یا پانچ درہم کی تہبند میں مسجد آتے تھے [3]

(۱۰) آپ انتہائی حیادار انسان تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اپنی پنڈلیاں کھولے پڑے تھے۔ کہ ابوبکرؓ نے حاضری کی درخواست چاہی۔ آپؐ نے ان کو بلا لیا اور اسی طرح لیٹے رہے۔ پھر عمرؓ نے اجازت چاہی آپ نے ان کو بلا لیا اور اسی طرح لیٹے رہے۔ پھر عثمانؓ نے اجازت طلب کی آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا (یعنی پنڈلیاں ڈھانپ لیں) پھر جب یہ لوگ چلے گئے تو عائشہؓ نے کہا ابوبکرؓ آئے تو آپؐ نے جنبش نہ کی اور اسی طرح لیٹے رہے۔ عمرؓ آئے تو آپ نے حرکت نہ کی اور اسی طرح پڑے رہے۔ پھر عثمانؓ آئے تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ آپؐ نے فرمایا (اے عائشہؓ!) کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے (بھی) حیا کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ حیادار آدمی ہے مجھ کو یہ خیال ہوا اگر

---

[1] کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۶ [2] ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۵۳ [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۹۶

اسی حالت میں ان کو بلاؤں تو وہ شرم وحیا سے کہیں واپس چلے نہ جائیں اور جو کچھ ان کو کہنا ہے وہ نہ کہہ سکیں ۱؎

(۱۱) آپ نہایت رقیق القلب تھے۔ آپ کا دل ہمیشہ خوفِ خدا سے معمور رہتا تھا۔ جب کبھی کسی قبر کے پاس سے گذرتے تو اتنی رقت طاری ہوتی کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ ۲؎

(۱۲) اگرچہ آپ فقہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے برابر نہ تھے تاہم آپ بھی مجتہد کی حیثیت رکھتے تھے اور دوسرے صحابہ کرامؓ آپ کے اجتہاد سے استناد کرتے تھے۔ ۳؎

(۱۳) مذہبی علوم میں آپ بلند پایہ تھے۔ کَانَ مِمَّنْ جَمَعَ بَیْنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ ۴؎

۱؎ صحیح مسلم ۲؎ طبری ص ۲۸۴۲ ۳؎ وفاء الوفاء ج ۲ ص ۲۵۴ ۴؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹

ایک معرکتہ الآرا کتاب

مرزائیت اور اسلام

علامہ احسان الٰہی ظہیر کے قلم سے

خوبصورت طباعت کتابت اور حسین جلد اور گرٹ اپ کے ساتھ ۲۴۰ سے زیادہ صفحات سفید کاغذ ۱۸/۲۳ سائز پر قیمت صرف چھ روپے

ادارہ ترجمان السنہ، ۷۔ ایبک روڈ۔ لاہور